رسائل و مسائل

عُشر کے بعض ضروری مسائل

جناب ملک غلام علی صاحب

سوال: عُشر کے جن مسائل میں حنفی اور دوسرے فقہاء میں اختلاف ہے، اُن میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ عُشر کس قسم کی اجناس یا پھلوں پر واجب ہے۔ بعض چارے یا نخود کی فصلیں پکائی نہیں جاتیں بلکہ کچی یا تر و تازہ فروخت کی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ سبزیوں کا ہے۔ ان نقد بیچی جانے والی فصلوں (CASH CROPS) سے بڑی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن بعض اہل حدیث علماء فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوی میں صرف گندم، جَو، کھجور اور کشمش وغیرہ پر عُشر لیا جاتا تھا اور سبزیوں پر نہیں لیا جاتا تھا۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو خوراک خشک ہونے کے بعد ذخیرہ میں رکھی جا سکے صرف اسی پر عُشر ہے۔ گنے، کپاس، سبزی، ترکاری وغیرہ پر اس لحاظ سے عُشر نہیں ہوگا۔

اِسی طرح اخراجات کاشت اور مصنوعی کھاد، ٹیوب ویل وغیرہ پر جو کچھ صرف آتا ہے یا حکومت جو مالیہ یا آبیانہ وصول کرتی ہے، یہ عُشر کی ادائیگی سے پہلے پیداوار میں سے وضع ہو سکتا ہے یا نہیں، اس میں صحیح مسلک کیا ہے۔ بعض جدید آلات و وسائلِ زراعت پر کثیر رقم خرچ ہو جاتی ہے جو پوری پیداوار سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ کیا عُشر محسوب کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جا سکتا ہے؟

اِن امور پر اگر قرآن و حدیث اور فقہی اقوال کی روشنی میں بحث کر کے قابلِ ترجیح مسلک جو آپ کی تحقیق میں ہو اُسے واضح کر دیا جائے اور ترجمان میں شائع ہو جائے تو رفقاء و قارئین

کے لیے افادیت و اطمینان کا باعث ہوگا۔

جواب:۔ (از ملک غلام علی) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر اُس پیداوار پر عشر واجب ہے جو قصداً زمین سے اُگائی گئی ہو اور بالکل بے قیمت اور ناقابلِ فروخت نہ ہو۔ بعض دوسرے فقہا و محدثین نے بعض خاص قسم کی زرعی اجناس پر بعض خاص شرائط و صفات کے ساتھ عُشر کو واجب قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ بطور غذا مستعمل ہوں اور انہیں سکھا کر محفوظ کیا جاسکتا ہو۔ بعض نے ان کی تعداد چار یا اس سے زیادہ مقرر کر کے ان کی نام بنام فہرست مقرر فرما دی ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک قابلِ ترجیح ہے اور اُس کے حق میں کتاب و سنت سے قوی دلائل موجود ہیں جس کا اعتراف بعض قدیم و جدید غیر حنفی اصحاب نے بھی کیا ہے۔ یہ دلائل بالاختصار درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں زرعی پیداوار میں سے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم عمومی انداز میں دیا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ　　(البقرۃ - ۲۶۷)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہ خدا میں خرچ کرو)

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ　　(الانعام - ۱۴۱)

(وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کیے، کھیتیاں اُگائیں جن میں طرح طرح کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت میں متشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ کھاؤ ان کی پیداوار جب کہ یہ پھلیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب اُن کی فصل کاٹو)۔

اِن آیات میں نہ صرف حکم عام ہے بلکہ یہاں صراحت کے ساتھ ہر طرح کی پیداوار، باغات، بیلوں انگوروں، زیتون اور انار کا ذکر ہے۔ بلاشبہ اگر کوئی حدیث صحیح ایسی موجود ہوتی جو اس عموم

میں تخصیص پیدا کر دیتی تو تعمیل حکم اسی کے مطابق ہوتی مگر ایسی کوئی حدیث وارد نہیں اور جو ہیں ان کی سند قوی نہیں ہے۔ حافظ ابن الحجر نے التلخیص الجبیر میں پہلے یہ روایت حضرت معاذ رض سے بیان کی ہے جو دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی، تربوز، انار اور سبزیوں میں عشر معاف فرمایا ہے۔" اس کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ضعف اور انقطاع ہے، یعنی سند میں اتصال نہیں ہے۔ پھر ترمذی سے سبزیوں، بیلوں کے متعلق اس مضمون کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود امام ترمذی کا قول درج کرتے ہیں کہ:-

لیس یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الباب شیٔ یعنی فی الخضراوات۔

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سبزیوں، بیلوں وغیرہ کے باب میں کوئی حدیث صحیح مروی نہیں)۔

سورہ بقرہ آیت ۲۶۷ کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں۔

ظاھر الآیۃ یدل علی الزکوٰۃ فی کل ما تنبتہ الارض علی ما ھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ واستدلالہ بھذہ الآیۃ ظاھر جداً الا ان مخالفیہ خصصوا عموم ھذہ الآیۃ بقول صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی الخضراوات صدقۃ۔

(اس آیت کے ظاہری الفاظ ہر اس پیداوار پر زکوٰۃ (عشر) کو واجب قرار دیتے ہیں جو زمین سے اُگے۔ یہی ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور ان کا استدلال اس آیت سے بالکل واضح اور ظاہر ہے مگر ان سے اختلاف کرنے والوں نے اس آیت کے عموم کو اس حدیث سے خاص کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ سبزیوں میں صدقہ واجب نہیں)۔

استاذ یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "فقہ الزکوٰۃ" جلد اوّل صفحہ ۳۵۵ پر امام رازی کا یہ تفسیری قول نقل کرنے کے بعد اس کے آخری فقرے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"لیکن سبزیوں کے بارے میں اس حدیث کا درجہ صحت کے اعتبار سے ایسا نہیں ہے کہ

یہ آیت کے عموم میں تخصیص کر سکے۔ اس لیے ابو حنیفہ رح کا استدلال نہایت واضح و ظاہر ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے کہا ہے۔"

فقہ الزکوٰۃ کے اس مقام پر مختلف مذاہب کے مابین محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عشر کے معاملے میں سب سے اولیٰ اور قابلِ ترجیح مسلک ابو حنیفہ کا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مجاہد تابعی، حماد، داؤد ظاہری اور ابراہیم نخعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ جو کچھ زمین سے اگایا جائے اس پر عشر ہے کتاب و سنت کے عمومی نصوص اسی کی تائید کرتے ہیں اور یہ زکوٰۃ کے احکام و قوانین کے موافق ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حکمتِ تشریع کے خلاف ہے کہ جو اور گیہوں کاشت کرنے والے پر تو عشر ہو اور مالٹے، آم اور سیبوں کے باغات پر عشر نہ ہو۔ جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں صرف چار خوردنی اجناس تک عشر کو محدود کیا گیا ہے ان میں سے کوئی حدیث بھی جرح اور تنقید سے محفوظ نہیں ہے۔ ان میں سے بعض کی سند منقطع یا ضعیف ہے یا یہ مرفوع نہیں بلکہ کسی صحابی تک موقوف ہیں (دیکھیے المرعاۃ علی المشکوٰۃ) اگر انہیں صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ابن الملک اور دوسرے علماء نے ان کی یہ تاویل کی ہے کہ عہدِ نبوی میں وہاں یہی چار اجناس پائی جاتی تھیں اس لیے اس تعداد میں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی و اتفاقی ہے۔ (دیکھیے المرقاۃ)۔

مالکی فقیہ ابن العربی نے اپنی کتاب "احکام القرآن" میں ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تائید کی ہے۔ اپنی تصنیف عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی میں ابن عربی مالکی فرماتے ہیں:۔

اقوی المذاہب فی المسألۃ مذہب ابی حنیفۃ دلیلاً و احوطہا للمساکین واولہا قیاماً لشکر النعمۃ وعلیہ یدل عموم الآیۃ والحدیث۔

(عشر کے مسئلے میں دلائل کے لحاظ سے قوی ترین اور مساکین کے حق میں محتاط ترین مذہب ابو حنیفہ کا ہے۔ شکرانۂ نعمت کی ادائیگی کے اعتبار سے بھی سب سے افضل مسلک یہی ہے اور قرآن و حدیث کے عمومی احکام اسی پر دلالت کرتے ہیں)۔

ابن عربی نے آگے چل کر الانعام ۱۴۱ کے تحت بھی امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کی حمایت میں تفصیلاً کلام کیا ہے اور دوسرے مذاہب کا رد کیا ہے جس کا ایک مختصر ٹکڑا درج ذیل ہے:۔

"ابوحنیفہ نے اس آیت کو آئینے کی طرح سامنے رکھا ہے اور مشاہدۂ حق سے کام لے کر ہر پیداوار میں عشر کو واجب قرار دیا ہے خواہ وہ غذا کے کام آتے یا نہ آتے، ذخیرہ میں محفوظ ہو سکے یا نہ ہو سکے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے عمومی ارشادِ گرامی میں یہی فرمایا ہے کہ فیما سقت السماء العشر..... (جس کھیتی کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جسے رہٹ سے سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے۔"

پوری بحث ابن عربی کی اصل کتاب میں قابلِ ملاحظہ ہے۔

اس کے بعد فقہ الزکاۃ کے مصنف لکھتے ہیں:۔

"سبزیوں میں عشر نہ ہونے والی حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں، الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں واضح کیا ہے۔ یہ حدیث کسی لحاظ سے حجت و سند نہیں چہ جائیکہ اس کے بل پر نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ میں تحدید و تخصیص کی جا سکے۔ پھر فقہائے حنفیہ کے نزدیک ان احادیث کی دوسری توجیہ اور احتمال بھی ممکن ہے مثلاً یہ کہ عاملینِ زکوٰۃ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ سبزیوں، خربوزوں وغیرہ کا ناپ تول کر سکیں اور ان کا عشر وصول کر سکیں کیونکہ اس سے پہلے ہی یہ اشیاء ضائع اور تلف ہو جائیں گی۔"

دوسرے الفاظ میں مصنف کا مطلب یہ ہو گا کہ ان چیزوں کا وزن اور اُن کی قیمت اگر متعین ہو سکے تو اُن کا عشر عاملین و مصلحین کے ذریعے سے واجب الوصول ہو گا۔ چنانچہ آگے اسی بحث میں یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج اور دوسرے حوالوں سے امام زہری، عطاء الخراسانی، امام شعبی اور بعض دیگر اصحاب کا مسلک بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ اس قسم کی ترکاریوں اور پھلوں کی قیمت لگائی جائے گی اور اُس پر صدقہ واجبہ وصول ہو گا۔ اگر ان چیزوں کی خرید و فروخت ہو تو ان کو مالِ تجارت شمار کر کے ان پر ڈھائی فی صد زکوٰۃ بھی لی جا سکتی ہے جیسا کہ کتاب الخراج میں درج بیشتر اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جناب یوسف القرضاوی نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ اموال چونکہ زرعی دارضی پیداوار ہیں اس لیے اُن پر عشر یا نصف عشر واجب ہونا چاہیے۔ اس مسلک کے حق میں بعض اقوال سلف بھی انہوں نے نقل کیے ہیں۔ راقم عاجز کا رجحان بھی اس دوسرے مسلک کے حق میں ہے۔ البتہ اس کی مزید تفصیل میرے نزدیک یہ ہو گی کہ جو شخص کھیتی یا باغ کا

مالک ہے یا مزارعت، بٹائی وغیرہ کے لیے اصول پر پیداوار میں حصہ دار ہے وہ اگر پیداوار یا پھل بیچے تو اپنی پیداوار پر ۱/۱۰ یا ۱/۲۰ ادا کرے، جس نے اجارے پر زمین یا باغ لیا ہے وہ زراجارہ وضع کرکے باقی آمدن پر عشر یا نصف عشر دے اور مالک نے جو رقم بطور اجارہ لی ہے اس کا عشر مالک دے۔ لیکن زمین یا درخت وغیرہ کے ثمرات کی ایک مرتبہ خرید و فروخت ہونے کے بعد جب وہ بازار میں دوبارہ مال تجارت کے طور پر فروخت ہوں تو ان پر ڈھائی فی صد تجارتی زکوٰۃ ہوگی۔

ہمارے ہاں کے بعض اہل حدیث علماء نے بھی اجناس اربعہ (جو، گیہوں، انگور، کھجور) کے علاوہ دیگر زرعی پیداوار، مثلاً گنا، کپاس، چنا وغیرہ پر عشر لازم قرار دیا ہے اور بعض نے پھل، سبزیوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل، کتاب الزکوٰۃ میں اس طرح کے متعدد فتوے موجود ہیں۔ مولانا عبیداللہ مبارک پوری کے نزدیک گنے، مرچ وغیرہ میں عشر ہے۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی کا فتویٰ ہے کہ گنے میں عشر یا نصف عشر واجب ہے جس کی تصدیق مولانا ثناء اللہ صاحب نے بھی کی ہے۔ مولانا عبداللہ روپڑی کے نزدیک عشر چار اشیاء میں منحصر نہیں کیونکہ ابوداؤد، باب فی حکم ارض الیمن میں رُوئی کی پیداوار پر عشر لینے کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح دھان، مکئی، چنا، گنا وغیرہ پر ان کی تحقیق میں عشر ہے۔ اس فتوے سے مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا عبدالرؤف نے اتفاق کیا ہے۔ مولانا شرف الدین کے ایک الگ فتوے کے مطابق ہر قسم کے غلے اور ہر قسم کے پھل آم، انار، سیب، سنگترہ، امرود وغیرہ میں بھی عشر یا نصف عشر ہے۔ مفصل بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

"پس ثابت ہوا کہ ادلہ صحیحہ سے ہر پیداوار میں عشر یا نصف عشر ہے اور خضراوات کے ادلہ سے کوئی بھی صحیح نہیں اور قرآن اور احادیث صحیحہ مذکورہ کے خلاف بھی ہیں۔ لہٰذا ان پر عمل باطل اور بالفرض صحت بھی تسلیم کی جائے تو خضراوات سے مراد ساگ پات کدو وغیرہ جو اپنے کھانے کے لیے ایک دو کیاری بوئی جاتے ہیں مراد ہے یہ نہیں کہ کھیتوں کے کھیت کئی کئی جگہ ایکڑ یا مربع جس سے ہزارہا روپیہ کی پیداوار ہو وہ مستثنیٰ ہیں، ہرگز نہیں، یہ نقل، عقل دونوں کے خلاف ہے اور گوبھی، گاجر، مولی، شلجم، چقندر، آلو، شکرقند وغیرہ تربوز، خربوزہ سے ہزارہا روپیہ حاصل ہوتا ہے۔" (فتاویٰ ثنائیہ، جلد اوّل صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۶)

مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نے سنن نسائی کے حواشی میں جو بحث درج فرمائی ہے، اس میں

بھی مذکورہ بالا نقطۂ نظر کی تائید غالب دکھائی دیتی ہے۔

جہاں تک کھیتی باڑی یا باغبانی کی نگرانی، کاشت، کٹائی، کھاد وغیرہ کے اخراجات کا تعلق ہے، فقہائے حنفیہ کے عام فتوٰی کی رُو سے اُن کا پیداوار یا اُس کی آمدنی سے وضع کر کے بقیہ پر عشر دینا جائز نہیں بلکہ جملہ پیداوار پر عشر ادا کرنا لازم ہے۔ یہ مسئلہ اکثر حنفی کتب میں مذکور ہے۔ حوالے کی حاجت نہیں۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کی تصریح کے مطابق شوافع کا مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ جلد اوّل صفحہ ۶۱۷ پر مصنف لکھتے ہیں:

یحرم اعطاء اجر الحصادین قبل اخراج الزکاۃ علی المعتمد۔

(کٹائی کے اخراجات عشر کی ادائیگی سے پہلے ادا کرنا ممنوع ہے)

ابن حزم نے المحلّٰی (جلد ۵، صفحہ ۲۵۸) میں جو بحث کی ہے، اُس میں بھی یہی ثابت کیا ہے کہ کاشت کرنے، فصل کاٹنے اور صاف کر کے دانہ نکالنے، زمین کھودنے، کھاد ڈالنے اور اس قسم کے دوسرے اخراجات کو عشر کی ادائیگی سے قبل منہا کرنا جائز نہیں اور امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور فقہائے ظاہریہ کا مسلک یہی انھوں نے بیان کیا ہے۔

جدید آلات زراعت، ٹریکٹر، تھریشر، ٹیوب ویل وغیرہ کا بھی یہی حکم ہوگا کہ اُن کی قیمت یا کرائے کو پیداوار سے وضع نہیں کیا جائے گا، ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ عام کسان کے ہل، بیل اور اُس نے جو کنواں کھودا ہے تو اس کی محنت اور معاوضے کو بھی وضع نہ کیا جائے۔ ٹیوب ویل یا کنویں کے اخراجات یا نہری زمین کے آبیانہ کو عشر سے قبل اس لیے بھی کم کرنا جائز نہیں کہ شریعت نے اس طرح کی مصنوعی اور محنت طلب آبپاشی کے لیے پہلے ہی عشر میں رعایت دے کر آسے نصف کر دیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے ٹیوب ویل یا ٹریکٹر پر پچاس ہزار یا ایک لاکھ خرچ کیا ہے تو جب تک یہ خرچ پورا نہ ہو عشر کیسے دیا جائے؟ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہا جائے کہ ہم نے زمین ایک لاکھ یا دو لاکھ میں خریدی ہے جب تک یہ قیمت وصول نہ ہو، عشر کیوں لیا جائے؟ اسی طرح کا بہانہ ایک تاجر بھی کر سکتا ہے کہ میں نے اس دکان یا کارخانے کے لگانے یا بنانے میں اتنا خرچ کیا ہے، اس لیے میرے اموالِ تجارت پر فی الحال زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح اغنیاء محفوظ اور غربا محروم ہو جائیں گے (باقی بر صفحہ ۴۸)